سلسلہ مطبوعات مجلس
۲۸۷

سیرتِ محمدیؐ

دعاؤں کے آئینے میں

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

ناشر

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام پوسٹ بکس ۱۱۹
ندوۃ العلماء لکھنؤ

بار دوم

۱۴۱۹ھ ـــــــــــ ۱۹۹۸ء

کتابت ـــــــــــ حفیظ الرحمٰن حامد

طباعت ـــــــــــ لکھنؤ پبلشنگ ہاؤس لکھنؤ

صفحات ـــــــــــ ۵۶

تعداد اشاعت ـــــــــــ تین ہزار

قیمت ـــــــــــ ۱۲/ روپئے

باھتمام

محمد غفران ندوی

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام پوسٹ بکس ۱۱۹

ندوۃ العلماء لکھنؤ

فہرست عناوین

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

پیشِ نظر مضمون دراصل ایک مقالہ ہے جو "فاران" کراچی کے سیرت نمبر کے لیے لکھا گیا تھا اور جنوری ۱۹۵۶ء میں شائع ہوا تھا۔ اس مضمون میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ان دعاؤں اور مناجاتوں کے ان پہلوؤں کو واضح اور نمایاں کیا گیا ہے اور ان کی ان حکمتوں اور اعجازی خصوصیات کی طرف متوجہ کیا گیا ہے جن سے سیرت نبوی کا ایک اہم باب اور اس کی عظمت ایک نئے اسلوب سے سامنے آتی ہے اور ایک مسلمان کے ایمان ویقین میں اضافہ ہوتا ہے اور ایک سلیم الطبع اور غیر متعصب انسان اس سے

متأثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ذوقِ صحیح اور قلب سلیم عطا فرمایا ہے وہ ان دعاؤں کو دلائلِ نبوّت میں سے ایک اہم اور مؤثر دلیل سمجھتے ہیں۔

خفیف سی ترمیم اور عنوانات کے ساتھ افادۂ عام کے لیے یہ مضمون کتابی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اس سے سب کو نفع پہنچائے۔

۴ ربیع الاول
۱۳۷۹ھ

ابوالحسن علی
دارالعلوم ندوۃ العلماء
لکھنؤ

دُعَا

کمالاتِ نبوی کے دو شعبے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی میں جو کمالات جمع تھے ان کو دو شعبوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

عبدیتِ کاملہ و نبوّتِ جامعہ

دعا اور دعوت

عبدیت کا ظہور اور نتیجہ دعا ہے۔ اور نبوّت کا مظہر دعوت ہے۔ یہ دونوں سیرتِ محمدی کے اہم نمایاں عنوان اور اس صحیفۂ اعجاز کے دو مستقل باب ہیں۔ دعوت پر سیرتِ محمدی کے ہر طالب علم اور ہر مصنّف کی نظر پڑتی ہے۔ اس کی تفصیلات سے کتابیں لبریز ہیں اور اس کے آثار و نتائج تمام دنیا میں درخشاں و تاباں ہیں۔ دعوت جلوت کی چیز ہے اس لیے سب کو

بے پردہ و بے نقاب نظر آئی۔ لیکن (میری کوتاہ نظر میں) اس حقیقت پر بہت کم لوگوں کی نظر پڑی کہ دعا کو سیرتِ نبوی میں کیا مقام حاصل ہے، اور خود دعوت نبوی کی تاثیر و تسخیر میں اس کا کتنا بڑا حصّہ ہے، اور خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے عبدیت کے اس شعبے کو عروج و ترقی کی کس حد تک پہنچایا یا کس طرح آپؐ نے اس شعبہ کا (جو عبدیت و عبادت کے تمام شعبوں اور مظاہر کی طرح مُردہ افسردہ ہو چکا تھا) احیاء اور اس کی تجدید فرمائی۔ پھر اس کی تکمیل اور تعمیم فرما کر دنیا سے تشریف لے گئے۔

دورِ جاہلیت میں عبد و معبود کے رشتہ کا اضمحلال

جن لوگوں کی مذاہب و عقائد کی تاریخ پر گہری اور تفصیلی نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ اس دور میں جو جاہلیت کے نام سے موسوم ہے عبد و معبود کے تعلق میں اضمحلال پیدا ہو گیا تھا کہ دعا کا سرچشمہ (جو یقین اور محبّت و خوف کے بغیر جاری نہیں ہو سکتا) اندر ہی اندر خشک ہو گیا تھا۔ عبد اپنے اور معبود کے متعلق اتنی غلط فہمیوں اور اتنی جہالتوں کا شکار تھا کہ اس کے اندر دعا کا جذبہ اور تقاضہ پیدا ہونا ہی مشکل تھا۔ دعا کے لیے اس ہستی کے یقین کی ضرورت ہے جس سے دعا کی جائے۔ پھر اس یقین کی کہ اس کو ہر طرح کی قدرت ہے، اور دینے کے لیے اس کے پاس سب کچھ ہے پھر اس یقین کی کہ اس کے دَر کے سوا اور دَر نہیں، پھر اس یقین کی کہ وہ خود بھی

دینا چاہتا ہے اور محبت و رحمت، بخشش وعطاء اور احسان و انعام اس کی خاص صفت ہے۔ اور کوئی لے کر اتنا خوش نہیں ہوتا جتنا وہ دے کر خوش ہوتا ہے، پھر اس یقین کی کہ مخلوق محتاج سرتاپا کشکول گدائی ہے۔ پھر اس یقین کی کہ وہ معبود اپنی ہر مخلوق سے دنیا کی ہر چیز سے یہاں تک کہ اس کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہے۔ وہ ہر ایک کی سنتا ہے اور ہر ایک کی ہر حال میں مدد کر سکتا ہے۔

صفات کی نفی کا اثر نفسِ انسانی پر

جاہلیت کی تاریخ پر نظر ڈالیے۔ ان میں سے ہر یقین کتنا نایاب اور مضمحل ہو چکا تھا اور ان حقائق میں سے ہر حقیقت کے بارے میں کتنے شبہات و حجابات اور کتنے توہمات اور مغالطے پیدا ہو چکے تھے۔ یونانی فلسفہ کو "واجب الوجود" یا "مبدأ اوّل" کی صفات سے جتنا گریز و انکار اور صفات کی نفی اور مجرد و بلا صفت ذات کے اثبات پر جتنا اصرار تھا اس کے بعد اس کے حلقۂ اثر میں دعا و التجا کا کیا امکان باقی رہ جاتا تھا! جس ذات کے متعلق کسی صفت کا علم نہیں، بلکہ اس سے ہر صفتِ کمال کی نفی کی جا رہی ہے۔ اس سے سوال کرنے، مدد چاہنے کے کیا معنی ہو سکتے ہیں؟ جس کو کارخانہ قدرت میں کوئی دخل نہیں، جو "عقل اوّل" کو پیدا کر کے "معطّل" ہو گیا۔ جس "واحد" سے ایک ہی

"واحد" کا صدور ہو سکتا ہے[1]۔ اور وہ ہو چکا اس سے ہر دم اور ہر آن نئے نئے افعال و احکام کے صدور کی توقع کب حق بجانب ہو سکتی ہے۔

مشرکانہ عقائد خدا سے دعا کرنے سے مانع

اس کے مقابلہ میں مشرکانہ جاہلیت اور "وثنیت" نے صفاتِ الٰہیہ میں سے تقریباً ہر صفت کو کسی نہ کسی مخلوق کی طرف منسوب کر رکھا تھا، کوئی احیاء پر قادر تھا، کسی کے ہاتھ میں رزق تھا۔ کسی کا علم محیط اور ہمہ گیر تھا اور ہر "غیب" اس کے لیے "شہود" تھا، کسی کے لیے زمان و مکان کے حجابات اٹھ چکے تھے اور وہ اپنے پرستاروں کی ہر جگہ اور بیک وقت سب کی مدد کر سکتا تھا اور ہر جگہ پہنچ سکتا تھا وقس علیٰ ہذا۔

ایسی حالت میں "الٰہ واحد" کی طرف رجوع کرنے اور اس کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے کا کیا امکان تھا۔ خصوصاً جبکہ وہ نظر سے اوجھل ہوا اور مقامی آلہہ نظر کے سامنے اور دسترس کے اندر ہوں، اسی کے ساتھ اس کو بھی ذہن میں رکھئے کہ جاہلیت کے اس دور میں صفات و افعالِ الٰہیہ کا ذکر و تذکرہ بھی مفقود اور ان کا علم صحیح تقریباً معدوم ہو چکا تھا اور "آلہہ کثیرہ" کی کارفرمائیوں اور کارسازیوں کی داستانوں

---

[1] یہ قدیم یونانی فلسفہ کے عقائد و مسلّمات ہیں۔

سے مجلسیں معمور اور قلب و دماغ مسحور تھے۔ ایسی حالت میں وہ "ذہنی کیفیت"، بالکل قدرتی اور طبعی تھی جس کا قرآن مجید نے نقشہ کھینچا ہے کہ:

وَإِذَا ذُكِرَ اللهُ وَحْدَهُ شْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِيْنَ لاَيُؤْمِنُونَ بِالآخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ

(الزمر۔ ع ٦)

اور جب کہ ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ان کے دل نفرت کرتے ہیں اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو فوراً خوش ہو جاتے ہیں۔

یونانی فلسفہ اور مشرکانہ جاہلیت کا اثر

بہرحال یونانی فلسفہ نے (اس مسلک کی بنا پر جو اس نے صفات کے بارے میں اختیار کیا تھا) دعاء و التجا کا دروازہ ہی بند کر دیا تھا، اور مشرکانہ جاہلیت نے (صفات الٰہیہ کو مخلوقات کی طرف منسوب کرکے) دعاء و التجاء کا رخ خدا سے موڑ کر بندوں کی طرف تبدیل کر دیا تھا۔ دونوں کا مجموعی نتیجہ یہ تھا کہ براہ راست خدا سے طلب و سوال اور دعاء و التجا کا رواج ہی تقریباً ختم ہو گیا تھا۔ زمانۂ بعثت میں پورے پورے ملک اور وسیع علاقوں میں ایسے چند آدمی بھی ملنا مشکل تھے جن کو خدا سے دعاء کرنے کی عادت اور اس کا سلیقہ ہو اور جو اس سے تسکین

حاصل کرتے ہوں، اور اسی کی دعوت دیتے ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انسانیت پر احسان

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (ارواحنا ونفوسنا فداہ) نے محروم و محجوب انسانیت کو دوبارہ دعار کی دولت عطا فرمائی اور بندوں کو خدا سے ہمکلام کر دیا۔ اور دعار کی کیا دولت عطا فرمائی، بندگی کی بلکہ زندگی کی لذّت اور عزّت عطا فرمائی۔ اس مطرود انسانیت کو پھر اذنِ باریابی ملا اور آدم کا بھاگا ہوا فرزند پھر اپنے خالق و مالک کے آستانے کی طرف یہ کہتا ہوا واپس ہوا ؂

بندہ آمد بدرت بگریختہ
آبروئے خود بہ عصیاں ریختہ

دعا سے محرومی کا ایک سبب

دعار سے محرومی کا ایک بڑا سبب جاہلیت کا یہ غلط تخیل تھا کہ خدا ہم سے بہت دور ہے۔ ہماری آواز وہاں کہاں پہنچ سکتی ہے؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے یہ اعلان فرمایا اور یہ مژدہ سنایا کہ:-

وَ إِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۚ أُجِيبُ دَعْوَةَ

الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ (البقر -۲۳)

اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلّق سوال کریں تو میں نزدیک ہوں دعا کرنے والوں کی دعا قبول کرتا ہوں۔

حقیقی نافع وضار

دوسرا غلط عقیدہ یہ تھا کہ خدا کے سوا کوئی اور بھی نافع وضر کا مالک اور انسانوں کی امداد و اعانت پر قادر ہے۔ اس عقیدہ نے دعاء و استعانت کو "حقیقی نافع وضار" سے ہٹا کر خیالی معاونوں اور دادرسوں کی طرف متوجّہ کر دیا تھا اور عالم کا عالم شرک و بُت پرستی کا شکار تھا۔ رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلّم نے پوری قوّت اور وضاحت کے ساتھ اس فرمان کا اعلان کیا، جس میں آپ ہی کو خطاب تھا:۔

قَلْ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِي شَكٍ مِنْ دِيْنِي فَلاَ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللهِ وَلكِنْ اَعْبُدُ اللهَ الَّذِي يَتوَفكُمْ وَأُمِرْتُ اَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ . وَ اَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفاً وَلاَ تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ .وَلاَ تَدْعُ مِنْ دُونِ اللهِ مَالاَ يَنْفَعُكَ وَلاَ يَضُرُّكَ ، فَاِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ مِنَ الظَّالِمِيْنَ . وَاِنْ يَمْسَسْكَ اللهُ بِضُرّ فَلاَ كَاشِفَ لَهُ اِلاَّ هُوَ ، وَاِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلاَ رَآدَّ لِفَضْلِهِ يُصِيْبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِه وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيْمُ

کہہ دو، اے لوگو! اگر تمہیں میرے دین میں شک ہے تو اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو، میں ان کی عبادت نہیں کرتا بلکہ میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں، جو تمہیں وفات دیتا ہے اور مجھے حکم ہوا ہے کہ ایمان والوں میں رہوں اور یہ بھی کہ یکسو ہو کر دین کی طرف رُخ کیے رہوں اور مشرکین میں نہ ہوں۔ اور اللہ کے سوا کسی چیز کو نہ پکاروں جو نہ تیرا بھلا کرے اور نہ بُرا۔ پھر اگر تو نے ایسا کیا تو بے شک ظالموں میں سے ہو جائے گا اور اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اس کو کوئی ہٹانے والا نہیں اور اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچاتا ہے تو کوئی اس کے فضل کو پھیرنے والا نہیں اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے اپنا فضل پہنچاتا ہے اور وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

دعا کی رفعتِ شان

پھر آپؐ نے صرف اسی کو واضح نہیں کیا کہ بندہ اپنے مالک سے دعا کر سکتا ہے اور وہ اس کی سنتا ہے۔ اور اس کی مدد کر سکتا ہے۔ بلکہ آپ نے ثابت کیا کہ خدا کو دعا مطلوب ہے اور وہ اس سے خوش اور راضی ہوتا ہے، بلکہ دعا نہ کرنے سے ناراض ہوتا ہے۔ دعا بندگی کا نہایت واضح اور مؤثر مظاہرہ ہے اور عدم دعا بندگی سے گریز و استکبار و سرکشی کی علامت

ہے۔ آپ کے اس اعلان نے دعا کا پایہ کہیں سے کہیں پہنچا دیا اور اس کو بندگی کے فعل اضطراری کے درجہ سے اعلیٰ عبادت اور قرب کے مقام تک پہنچا دیا۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ (المؤمنون — ع ٦)

اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ بیشک جو لوگ میری عبادت سے سرکشی کرتے ہیں عنقریب وہ ذلیل ہو کر جہنّم میں داخل ہوں گے۔

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا نہ کرنا محض محرومی کا باعث نہیں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا بھی باعث ہے حدیث کے الفاظ ہیں:

مَنْ لَّمْ يَسْئَلِ اللهَ يَغْضَبُ عَلَيْهِ

جو اللہ سے سوال نہیں کرتا اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔

پھر آپؐ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ دعا کو مغز عبادت قرار دیا۔ اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ۔ دعا کو رحمت و برکت کے دروازے کی کلید قرار دیا گیا اور فرمایا گیا

مَنْ فُتِحَ لَهُ مِنْكُمْ بَابُ الدُّعَاءِ فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ.

جس کے لیے دعا کا دروازہ کھل گیا اس کے لیے رحمت کے دروازے کھل گئے

اس طرح دعا کا شعبہ جس کی زندگی میں کوئی جگہ نہیں رہی تھی۔ عبادات اور معابد بھی اس کے نور سے خالی ہو چکے تھے اور جاہلیت کے سالک و مرتاض اور عبّاد و زہّاد بھی اس دولت سے محروم تھے۔ دوبارہ زندہ اور تازہ ہوا اور یہ دولت اتنی عام ہوئی کہ:

رہے اس سے محروم آبی نہ خاکی

ادعیہ ماثورہ مستقل دلائل نبوّت

نبوّت محمدیؐ کی تجدید اور اس کا عمل تکمیل اسی پر ختم نہیں ہوتا۔ آپ نے ہمیں دعا کرنا بھی سکھایا، آپؐ نے انسانیت کے خزانے کو اور دنیا کے ادب کو دعاؤں کے ان جواہرات سے مالامال کیا جن کی نظیر اپنی آبداری و درخشانی میں صحف سماوی کے بعد مل نہیں سکتی۔ آپ نے اپنے مالک سے ان الفاظ میں دعا کی جن سے زیادہ مؤثر اور بلیغ الفاظ، جن سے زیادہ موزوں و مناسب الفاظ انسان نہیں لا سکتا۔ یہ دعائیں مستقل معجزات اور دلائل نبوّت ہیں۔ ان کے الفاظ شہادت دیتے ہیں کہ وہ ایک پیغمبر ہی کی زبان سے نکلے ہیں۔ ان میں نبوّت کا نور ہے پیغمبر کا یقین ہے "عبد کامل" کا نیاز ہے۔

لہ یہ غرض اور حاجت اگر اپنے مالک اور آقا سے ہو تو اس میں مقام نبوّت کے لیے کوئی سوء ادب نہیں بلکہ فخر و مباہات ہے۔

محبوب رب العالمین کا اعتماد و ناز ہے۔ فطرتِ نبوّت کی معصومیت وسادگی ہے۔ دلِ دردمند و قلبِ مضطر کی بے تکلفی و بیساختگی ہے، صاحب غرض و حاجت مند کا اصرار و اضطرار بھی ہے اور بارگاہِ الوہیت کے ادب شناس کی احتیاط بھی۔ دل کی جراحت اور درد کی کسک بھی ہے اور چارہ ساز کی چارہ سازی اور دل نوازی کا یقین و سرور بھی، درد کا اظہار بھی ہے اور اس حقیقت کا اعلان بھی کہ ؎

درد ما وادی و درمانی ہنوز

دعاؤں کی ادبی قدر وقیمت

یہ دعائیں اپنی روحانی و معنوی قدر وقیمت کے علاوہ اعلیٰ ادبی قدر وقیمت کی حامل ہیں اور دنیا کے ادبی ذخیرے کے وہ نوادر اور شہ پارے ہیں جن کی نظیر انسانی لٹریچر میں نہیں مل سکتی۔ بہت سے ناقدین ادب نے نجی خطوط کو اس وجہ سے ادب میں اعلیٰ مقام دیا ہے کہ وہ بیساختہ اور تکلّفات سے دور ہوتے ہیں اور ان میں دلی جذبات کی بے تکلّف ترجمانی ہوتی ہے، لیکن ان کو معلوم نہیں کہ ؎

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہے

ادب کی ایک صنف اور بھی ہے، جس میں خطوط سے زیادہ بے تکلّفی اور بے ساختگی پائی جاتی ہے جس میں سارے حجابات اور اصطلاحات

اٹھ جاتے ہیں جس میں صاحب کلام اپنا دل کھول کر رکھ دیتا ہے اور اس کی زبان اس کے دل کی حقیقی ترجمان بن جاتی ہے۔ جب متکلّم داد و تحسین سے بے پروا ہوتا ہے سامعین کی خاطر بات نہیں کرتا بلکہ اپنے دل کے تقاضے سے گویا ہوتا ہے ادب عالی کی یہ صنف "دعا ریا مناجات" ہے۔

سپارۂ دل

ادب کا ایک اہم عنصر (جس کو اکثر ناقدین فن نے نظر انداز کیا ہے۔ اور جو ادب میں حقیقی روح اور طاقت پیدا کرتا ہے اور اس کو بقائے دوام بخشتا ہے) صداقت اور خلوص ہے۔ اس عنصر کی جیسی نمود "دعا و مناجات" میں پائی جاتی ہے ادب کی کسی اور صنف میں نہیں پائی جاسکتی۔ پھر جب صاحب دعا، صاحب درد بھی ہو اور اس کو اپنے درد دل کے اظہار پر اعلیٰ درجہ کی قدرت بھی ہو تو پھر اس کی زبان سے نکلے ہوئے لفظ ادب کا معجزہ بن جاتے ہیں۔ اور وہ الفاظ نہیں ہوتے بلکہ دل کے ٹکڑے اور آنکھ کے آنسو ہوتے ہیں اور وہ صدیوں تک ہزاروں انسانوں کو تڑپاتے رہتے ہیں پھر جب ان مطالب کو ادا کرنے والی زبان وہ ہو جو وحی کی گزرگاہ اور فصاحت و بلاغت کی بادشاہ ہو، تو پھر ان کی تاثیر و اعجاز کا کوئی ٹھکانا نہیں۔

طائف کی دعا حدیث و سیرت کے دفتر میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم

کی جو دعائیں منقول ہیں۔ ان پر نظر ڈالئے کیا کوئی بڑے سے بڑا ادیب اپنی بے بسی وکمزوری کا نقشہ کھینچنے کے لیے اپنا فقر واحتیاج بیان کرنے کے لیے اور دریائے رحمت کو جوش میں لانے کے لیے اس سے زیادہ مؤثر اس سے زیادہ دل آویز اور اس سے زیادہ جامع الفاظ لا سکتا ہے۔ ایک بار سفرِ طائف کا نقشہ سامنے لائیے اور مسافرِ طائف کے شکستہ دل اور خون آلود پاؤں پر نظر ڈالئے، پھر غربت ومظلومیت کی اس فضا میں ان الفاظ کو پڑھیے:

اَللّٰهُمَّ إِلَيْكَ أَشْكُوْا ضُعْفَ قُوَّتِی وَقِلَّةَ حِيْلَتِی وَهَوَانِی عَلَى النَّاسِ رَبَّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ إِلٰى مَنْ تَكِلُنِی إِلٰى بَعِيْدٍ يَتَجَهَّمُنِی أَوْ إِلٰى عَدُوٍّ مَلَّكْتَهُ أَمْرِی اِنْ لَّمْ يَكُنْ بِكَ عَلَيَّ غَضَبٌ فَلَا أُبَالِی غَيْرَ أَنَّ عَافِيَتَكَ هِیَ أَوْسَعُ لِیْ أَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَصَلُحَ عَلَيْهِ اَمْرُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ مِنْ أَنْ يَحِلَّ بِی غَضَبُكَ أَوْ يَنْزِلَ عَلَيَّ سَخَطُكَ لَكَ الْعُتْبٰى حَتّٰى تَرْضٰى وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ . . (کنز العمال)

الٰہی اپنی کمزوری، بے سروسامانی اور لوگوں میں تحقیر کے بابت تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے درماندہ اور عاجزوں کا مالک تو ہی ہے اور میرا

مالک بھی تو ہی ہے، مجھے کس کے سپرد کیا جاتا ہے کیا بیگانہ ترش رو کے، یا اس دشمن کے جو کام پر قابو رکھتا ہے، اگر مجھ پر تیرا غضب نہیں تو مجھے اس کی کچھ پروا نہیں۔ لیکن تیری عافیت میرے لیے زیادہ وسیع ہے۔ میں تیری ذات کے نور سے پناہ چاہتا ہوں جس سے سب تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور دنیا و دین کے کام اس سے ٹھیک ہو جاتے ہیں کہ تیرا غضب مجھ پر اترے یا تیری رضامندی مجھ پر وارد ہو۔ مجھے تیری ہی رضامندی اور خوشنودی درکار ہے اور نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت مجھے تیری ہی طرف سے ملتی ہے۔

کیا کبھی جب آپ کو ایسا وقت پیش آئے اور آپ کے دل کی کیفیت بھی یہی ہو تو آپ ان سے بہتر اور ان سے زیادہ مؤثر الفاظ لا سکتے ہیں۔ یا آپ کو دنیا کے ادبی ذخیرے میں اپنے دل کی ترجمانی کے لیے اس سے بہتر لفظ مل سکتے ہیں۔

عرفات کی دعا

اسی طرح میدانِ عرفات کا تصور کیجیے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار کفن بردوش انسانوں کا مجمع ہے۔ لبیک کی صداؤں اور حجاج کی دعاؤں سے فضا گونج

رہی ہے۔ خدا کی شان بے نیازی اور عظمت و جبروت کا نقشہ سامنے ہے انسانوں کے اس جنگل میں ایک برہنہ احرام پوش ایسا بھی ہے (فداہ ابی واُمی) جس کے کاندھوں پر ساری انسانیت کا بار ہے جو ہر دیکھنے والے سے زیادہ خدا کی عظمت و جلال کا مشاہدہ کر رہا ہے اور ہر جاننے والے سے زیادہ انسانوں کی درماندگی بے حقیقتی اور بے بسی سے واقف ہے۔ اس پُرتاثیر اور پُرہیبت فضا میں اس کی آواز بلند ہوتی ہے اور سُننے والے سنتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَسْمَعُ كَلَامِي وَتَرَى مَكَانِي وَتَعْلَمُ سِرِّي وَعَلَانِيَتِي لَايَخْفَى عَلَيْكَ شَيْءٌ مِنْ أَمْرِي ، وَأَنَا الْبَائِسُ الْفَقِيْرُ الْمُسْتَغِيْثُ الْمُسْتَجِيْرُ ، الْوَجِلُ الْمُشْفِقُ ، الْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِي أَسْئَلُكَ مَسْئَلَةَ الْمِسْكِيْنِ ، وَأَبْتَهِلُ إِلَيْكَ ابْتِهَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِيْلِ ، وَأَدْعُوْكَ دُعَاءَ الْخَائِفِ الضَّرِيْرِ وَدُعَاءَ مَنْ خَضَعَتْ لَكَ رَقَبَتُهُ وَفَاضَتْ لَكَ عَبْرَتُهُ وَذَلَّ لَكَ جِسْمُهُ وَرَغِمَ لَكَ اَنْفُهُ اَللّٰهُمَّ لَاتَجْعَلْنِي بِدُعَائِكَ شَقِيًّا وَكُنْ لِّي رَءُوفًا رَّحِيْمًا ، يَاخَيْرَ الْمَسْئُوْلِيْنَ وَيَا خَيْرَ الْمُعْطِيْنَ [1]

اے اللہ تو میری بات سنتا ہے اور میری جگہ کو دیکھتا ہے اور میرے

---

[1] کنز العمال عن ابن عباسؓ۔ اس مقالہ کی اکثر ادعیہ کا ترجمہ مناجات مقبول سے ماخوذ ہے جو مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کے ترجمہ و شرح کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔

پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے۔ تجھ سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی۔
میں مصیبت زدہ ہوں، محتاج ہوں، فریادی ہو، پناہ جو ہوں، پریشان ہوں، ہراساں ہوں، اپنے گناہوں کا اقرار کرنے والا ہوں، اعتراف کرنے والا ہوں، تیرے آگے سوال کرتا ہوں، جیسے بے کس سوال کرتے ہیں، تیرے آگے گڑگڑاتا ہوں جیسے گناہگار ذلیل و خوار گڑگڑاتا ہے اور تجھ سے طلب کرتا ہوں، جیسے خوف زدہ آفت رسیدہ طلب کرتا ہے اور جیسے وہ شخص طلب کرتا ہے جس کی گردن تیرے سامنے جھکی ہو اور اس کے آنسو بہہ رہے ہوں اور تن بدن سے وہ تیرے آگے فروتنی کیے ہوئے ہو اور اپنی ناک تیرے سامنے رگڑ رہا ہو۔ اے اللہ تو مجھے اپنے سے دعا مانگنے میں ناکام نہ رکھ اور میرے حق میں بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہو جا اے سب مانگنے جانے والوں سے بہتر اور سب دینے والوں سے اچھے۔

کیا خدا کی کبریائی و عظمت اور اپنی ناتوانی و بے نوائی، فقر و احتیاج، عجز و مسکنت کے اظہار و اقرار کے لیے اور رحمت خداوندی کو جوش میں لانے کے لیے ان سے زیادہ پر اثر، پرخلوص اور دلنشیں الفاظ انسان کے کلام میں مل سکتے ہیں اور اپنے دل کی کیفیت اور عجز و مسکنت کا نقشہ اس سے بہتر کھینچا جا سکتا ہے؟ یہ الفاظ تو دریائے رحمت میں تلاطم پیدا کرنے کے

لیے کافی ہیں، آج بھی ان کو ادا کرتے ہوئے دل اُمنڈ آتا ہے، آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں اور رحمتِ خداوندی صاف متوجہ معلوم ہوتی ہے رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلّم پر اللہ کی ہزاروں رحمتیں کہ ایسی پُر کیف اور اثر آفریں دعا اُمّت کو سکھا گئے اور "باب رحمت" پر اس طرح دستک دینا بتا گئے: اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ وَعَلٰی عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ۔

بندگی و بے چارگی کا اظہار

سب جانتے ہیں کہ ایک قوی اور غنی ذات قادرِ مطلق، سلطانِ برحق، مالک الملک کو اپنی طرف کھینچنے، متوجہ کرنے اور اس کی رحمت کے لیے اپنی عجز و درماندگی اور اپنی بندگی و بیچارگی کے زیادہ سے زیادہ اور مؤثر سے مؤثر اظہار کی ضرورت ہوتی ہے، اور اس اعتراف کی کہ ہم خاندانی و نسلی غلام، مملوک ابن مملوک اور اس درِ دولت اور آستانۂ شاہی کے قدیمی نمک خوار و پروردۂ نعمت ہیں۔ جان و مال ہر چیز کے آپ مالک ہیں، کوئی چیز آپ کے قبضۂ قدرت سے باہر نہیں، ایسی حالت میں آپ ہی رحم نہ فرمائیں گے اور آپ ہی خبر نہ لیں گے تو کون لے گا۔ دیکھئے کسی دعا کے لیے اس سے بہتر تمہید اور مقصد کی کشائش کے لیے اس سے بہتر کلید کیا ہو سکتی ہے؟

اَللّٰهُمَّ إِنِّي عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنِ أَمَتِكَ نَاصِيَتِي بِيَدِكَ مَاضٍ فِي حُكْمُكَ عَدْلٌ فِي قَضَائِكَ أَسْئَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِيْ كِتَابِكَ أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَداً مِنْ خَلقِكَ أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِيْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ أَنْ تَجْعَلَ الْقُرآنَ الْعَظِيْمَ رَبِيْعَ قَلْبِي وَنُورَ بَصَرِي وَجَلاءَ حُزْنِي وَذَهَابَ هَمِّي[1]

اے اللہ، میں بندہ ہوں تیرا اور بیٹا ہوں تیرے بندے کا اور بیٹا ہوں تیری بندی کا، ہمہ تن تیرے قبضہ میں ہوں، نافذ ہے میرے بارے میں تیرا حکم اور عین عدل ہے میرے باب میں تیرا فیصلہ میں تجھے ہر اسم کے واسطے سے جس سے تو نے اپنی ذات کو موصوف کیا یا اس کو اپنی ذات میں اتارا ہے یا اسے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بتایا ہے یا اپنے پاس اسے غیب ہی میں رہنے دیا ہے درخواست کرتا ہوں کہ قرآن عظیم کو میرے دل کی بہار بنا دے اور میری آنکھ کا نور اور میرے غم کی کشائش اور میری تشویش کا دفعیہ۔

انسانی ضروریات کی جامع نمائندگی

انسان کی ضروریات بے انتہا ہیں، ان میں انتخاب نہایت مشکل۔ ان

---

[1] طبرانی عن ابن مسعود

سب کا سمیٹنا ناممکن۔ ایسی حالت میں انسان اپنی کیا ضروریات بیان کرے، کیا نہ کرے۔ ہم اپنے ہی حال پر غور کریں کہ اگر عرضِ مدعا کا موقع آئے تو ہمیں کیسی پریشانی پیش آئے اور بعد میں کیسی کیسی حسرت ہو کہ ؎

بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

لیکن دیکھئے پیغمبر انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کی (بشرطیکہ وہ فطرتِ صحیحہ پر ہو) اور انسانی ضروریات کی کیسی جامع نمائندگی کی ہے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ أَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّ السَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَاّ تَدَعْ لِىْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهُ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهُ وَلَا حَاجَةً هِىَ لَكَ رِضًى اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ[1]

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ حلیم و کریم ہے پاکی ہے اللہ کی جو عرش عظیم کا مالک ہے۔ سب تعریف اللہ کی ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ میں تجھ سے وہ اعمال و خصائل مانگتا ہوں جو تیری رحمت کو واجب کرنے والی ہیں اور مغفرت کے یقینی اسباب اور

---

[1] ترمذی و ابن ماجہ عن عبداللہ بن ابی اوفی رضؓ

ہر نیکی کی لوٹ اور ہر معصیت سے حفاظت کوئی گناہ نہ چھوڑ جسے تو بخش نہ دے نہ کوئی تشویش جسے تو دور نہ فرمادے نہ کوئی ایسی ضرورت جو تیری مرضی کے مطابق ہے جس کو پورا نہ فرمائے، اے ارحم الراحمین۔

ایک دوسری دعا میں فرماتے ہیں :

اَللّٰھُمَّ أَصْلِحْ لِیْ دِیْنِی الَّذِیْ ھُوَ عِصْمَۃُ أَمْرِیْ وَأَصْلِحْ لِیْ دُنْیَایَ الَّتِی فِیْھَا مَعَاشِی وَأَصْلِحْ لِی آخِرَتِی الَّتِی فِیْھَا مَعَادِیْ وَاجْعَلِ الْحَیَاۃَ زِیَادَۃً لِّی فِیْ کُلِّ خَیْرٍ وَاجْعَلِ الْمَوتَ رَاحَۃً لِّی مِنْ کُلِّ شَرٍّ[1]

اے اللہ میرا دین درست رکھ جو میرے حق میں بچاؤ ہے اور میری دنیا درست رکھ جس میں میری معاش ہے اور میری آخرت درست رکھ جہاں مجھے لوٹنا ہے اور زندگی کو میرے حق میں ہر بھلائی میں ترقی اور موت کو میرے حق میں ہر برائی سے امن بنادے۔

غیر فانی عیش اور غیر مختتم مسرت

انسان لطف و مسرت کا کتنا حریص ہے، لیکن اس کی نگاہ محدود

---

[1] مسلم عن ابی ہریرہؓ

اور کوتاہ وہ فانی لذّت کا جویا اور ختم ہو جانے والی مسرّت کا طالب ہے آپ دعا فرماتے ہیں۔ اور دعا ہی دعا میں اس نکتہ کی تعلیم دے جاتے ہیں کہ اصل مانگنے کی چیز غیر فانی عیش اور غیر مختتم مسرّت ہے اور اصلِ مطلوب شے دوسری زندگی کی راحت اور دیدارِ الٰہی کی لذّت ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی أَسْئَلُكَ نَعِیْماً لاَّ یَنْفَدُ وَقُرَّةَ عَیْنٍ لاَّ تَنْقَطِعُ وَ أَسْئَلُكَ الرِّضَاءَ بِالْقَضَاءِ وَبَرْدَ الْعَیْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَلَذَّةَ النَّظْرِ اِلَی وَجْھِكَ وَالشَّوْقَ إِلَی لِقَائِكَ[1]

اے اللہ میں تجھ سے ایسی نعمت مانگتا ہوں جو ختم نہ ہو اور ایسی آنکھوں کی ٹھنڈک جو جاتی نہ رہے اور میں تجھ سے مانگتا ہوں تیرے حکم (تکوینی) پر رضامند رہنا اور موت کے بعد خوش عیشی اور تیرے دیدار کی لذّت اور تیری دید کا شوق۔

دعاؤں میں اخلاقی حقیقتیں اور نفسیاتی نکتے

ایمان کی دولت کے بعد اخلاق حسنہ بڑی نعمت ہیں، جس نے اپنے متعلق خبر دی ہے کہ: بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ میری بعثت کی (ایک اہم غرض مکارمِ اخلاق کی تکمیل ہے۔ وہ مکارمِ اخلاق

---

[1] مستدرک عن عمار بن یاسرؓ

کی اہمیت کیسے محسوس نہ کرے گا اور اس کی باریکیوں اور نزاکتوں پر اس کی نظر کیسے نہ ہوگی؟ ماثور دعاؤں کا ایک بڑا حصّہ اخلاق وصفاتِ حسنہ سے متعلق ہے۔ اور ان دعاؤں میں ایسی اخلاقی حقیقتیں اور ایسے نفسانی نکتے بیان کئے گئے ہیں جو علمار اخلاق وعلم النفس کے لئے مستقل موضوع مطالعہ ہیں۔

پہلے تو آپ کی ایک جامع دعا پڑھیئے، پھر مختلف اخلاقِ انسانی پر ادعیۂ ماثورہ کا مطالعہ کیجئے، تہجد کی ایک دعا میں ارشاد فرماتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ اِهْدِنِیْ لِأَحْسَنِ الأَعْمَالِ وَأَحْسَنِ الأَخْلاَقِ لاَ يَهْدِیْ لأَحْسَنِهَا إِلاَّ أَنْتَ وَقِنِیْ سَيِّئَ الأَعْمَالِ وَسَيِّئِ الأَخْلاَقِ لاَ يَقِی سَيِّئَهَا إِلاَّ أَنْتَ [1]

اے اللہ مجھے بہترین اعمال اور بہترین اخلاق کی توفیق ورہنمائی فرما بہترین اعمال واخلاق کی تو ہی رہنمائی فرما سکتا ہے اور مجھے بُرے اعمال واخلاق سے تو ہی بچا سکتا ہے۔

آئینہ دیکھ کر انسان کو اپنے اعضار کے تناسب اور "احسنِ تقویم" کی صداقت کا احساس ہوتا ہے۔ اس موقع پر بھی اخلاق کی اہمیت کا احساس دلایا گیا ہے اور حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت کی دعا کی تعلیم دی گئی

---

[1] النسائی عن جابرؓ

ہے کہ ان دونوں کی جامعیّت کے ساتھ انسان خلیفۃ اللہ ہے۔ آئینہ دیکھ کر ارشاد ہوتا ہے:

اَلْحَمْدُ للهِ ، اَللهُمَّ كَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِيْ فَحَسِّنْ خُلُقِيْ[1]

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اور تعریف ہے، اے اللہ تو نے میری صورت اچھی بنائی تو میری سیرت بھی اچھی کر دے۔

کامل زندگی اور "حیات طیبہ" کی تکمیل ایمان، صحت اور حسن اخلاق کے مجموعہ سے ہوتی ہے۔ ایک دعا میں ارشاد ہوتا ہے:

اَللهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ صِحَّةً فِيْ اِيْمَانٍ وَاِيْمَاناً فِيْ حُسْنِ خُلُقٍ[2]

اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں تندرستی ایمان کے ساتھ اور ایمان حسن اخلاق کے ساتھ۔

ایک دوسری دعا میں ہے:

وَأَسْئَلُكَ لِسَاناً صَادِقاً وَقَلْباً سَلِيْماً وَخُلُقاً مُسْتَقِيْماً[3]

تجھ سے مانگتا ہوں سچّی زبان اور قلب سلیم اور اخلاق صحیح۔

---

[1] مسند احمد عن ام سلمہ رضؓ

[2] مستدرک حاکم عن ابی ہریرۃ رضؓ

[3] ترمذی عن شدّاد بن اوس رضؓ

چند اخلاقی باریکیاں

اخلاق کی ان عمومی اور اجمالی دعاؤں کے ساتھ بعض ایسے محاسن اخلاق کی دعا کی گئی ہے (اور اس کے ذریعہ اُمّت کو ان کی اہمیت و اہتمام کی طرف توجہ دلائی گئی ہے) جو بڑے لطیف اور باریک ہیں اور کمال اخلاق کے لیے معیار کا درجہ رکھتے ہیں تکمیل اخلاق اور کمالِ انسانیت و شرافت و تقویٰ کی ایک علامت یہ ہے کہ خدا کے عاجز و مسکین بندوں سے محبّت ہو۔ اہلِ دولت و قوّت کی توقیر اور ان سے محبّت کرنے والے تو عام ہیں مگر فقراء و مساکین سے محبّت کرنے والے بہت کمیاب ہیں۔ یہ اخلاق کا اعلیٰ درجہ ہے اور محض توفیقِ الٰہی پر منحصر ہے ایک دعا میں ارشاد ہوتا ہے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّی أَسْئَلُكَ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِیْنِ [1]

اے اللہ میں تجھ سے توفیق چاہتا ہوں نیکیوں کے کرنے کی اور برائیوں کے چھوڑنے کی اور غریبوں کے ساتھ محبّت کی۔

دنیا میں رواج دوسروں کو چھوٹا اور اپنے کو بڑا سمجھنے کا ہے اس مرض

---

[1] مستدرک حاکم عن ثوبانؓ

سے صرف وہی برگزیدہ نفوس بچ سکتے ہیں جن کا تزکیہ ہو چکا ہو اور ان پر فضل الٰہی ہو اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو بہت کم نفوس اس خود پرستی وخود بینی سے بچتے ہیں ع

ہوس سینے میں چھپ چھپ کر بنا لیتی ہے تصویریں

اس کے لیے اہتمام سے دعا کی ضرورت ہے کہ یہ مرض مشکل سے نظر آتا ہے اور مشکل سے اس سے چھٹکارا ملتا ہے۔ سید المخلصین خود اپنے حق میں اس طرح دعا فرماتے ہیں اور گویا امت کو تعلیم دیتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ صَبُوْراً وَاجْعَلْنِیْ شَکُوْراً وَّاجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْراً وَّفِیْ أَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْراً [1]

اے اللہ مجھے بڑا صبر کرنے والا بنا دے اور مجھے بڑا شکر کرنے والا بنا دے اور مجھے میری نظر میں چھوٹا بنا دے اور دوسروں کی نظر میں بڑا بنا دے۔

ظاہر و باطن کی مطابقت اور دونوں کا جمال و اصلاح نعمت خداوندی اور وہ دولتِ خاص ہے جس کے لیے اہتمام سے دعا کی ضرورت ہے معلمِ اخلاق فرماتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ سَرِیْرَتِیْ خَیْراً مِنْ عَلَانِیَتِیْ وَاجْعَلْ عَلَانِیَتِیْ صَالِحَةً [2]

---

[1] کنز العمال عن بریدہؓ [2] ترمذی عن عمرؓ

اے میرے اللہ میرے ظاہر کو میرے باطن سے بہتر کر دے اور میرے ظاہر کو صالح بنا دے۔

اس کی مزید تفصیل اس دعا میں ملاحظہ فرمایئے:

اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِيْ مِنَ النِّفَاقِ وَعَمَلِيْ مِنَ الرِّيَاءِ، وَلِسَانِيْ مِنَ الْكِذْبِ، وَعَيْنِيْ مِنَ الْخِيَانَةِ، فَإِنَّكَ تَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ.[1]

اے اللہ میرے دل کو نفاق سے پاک کر دے، میرے عمل کو ریا سے اور میری زبان کو جھوٹ سے اور میری آنکھ کو خیانت سے تجھ پر روشن ہیں آنکھوں کی چوریاں بھی اور دل جو کچھ چھپائے رکھتے ہیں۔

دلوں کی ترجمانی

پیغمبر انسانیت نے دعا میں انسانوں کی طرف سے انسانی ضروریات کی بھی ایسی مکمل نیابت کی ہے کہ قیامت تک آنے والے انسانوں کو ہر زمان و مکان میں ان دعاؤں میں اپنے دل کی ترجمانی، اپنے خیالات کی نمائندگی اور اپنے اطمینان کا سامان ملے گا اور بہت سی وہ ضرورتیں ملیں گی جن

---

[1] کنز العمال عن ام سعیدؓ۔

جن کی طرف آسانی سے ہر ایک انسان کا ذہن جانا مشکل ہے مثال کے طور پر حسب ذیل دعا پڑھیے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِكَ مِنْ مُنْكِرَاتِ الْأَخْلَاقِ وَالْأَعْمَالِ وَالْأَهْوَاءِ وَالْأَدْوَاءِ نَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ[1] ﷺ وَمِنْ جَارِ السُّوْءِ فِيْ دَارِ الْمُقَامَةِ فَإِنَّ جَارَ الْبَادِيَةِ يَتَحَوَّلُ ، وَغَلَبَةِ الْعَدُوِّ وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ وَمِنَ الْجُوعِ فَإِنَّهُ بِئْسَ الضَّجِيْعُ وَمِنَ الْخِيَانَةِ فَإِنَّهَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ ، وَأَنْ نَرْجِعَ عَلَى أَعْقَابِنَا أَوْ نُفْتَنَ عَنْ دِيْنِنَا ، وَمِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَمِنْ يَوْمِ السُّوْءِ وَمِنْ لَيْلَةِ السُّوْءِ وَمِنْ سَاعَةِ السُّوْءِ وَمِنْ صَاحِبِ السُّوْءِ[2]

اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں ناپسندیدہ اخلاق اور اعمال اور نفسیاتی خواہشوں اور بیماریوں سے اور ہم تیری پناہ میں آتے ہیں ہر اس چیز سے جس سے تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے اور مستقل قیام گاہ میں برے پڑوسی سے (اس لیے کہ سفر کا ساتھی تو چل ہی دیتا ہے) اور دشمن کے غلبہ سے اور دشمنوں کے طعنے سے اور بھوک سے کہ وہ بری ہمخواب ہے اور خیانت سے کہ وہ بری ہمراز

---

[1] یہ جملہ امت کے ان افراد کی طرف سے جو دعا کریں، ترمذی عن ابی امامہ وغیرہ [2] ترمذی عن ابی امامہؓ وغیرہ۔

ہے اور اس سے کہ ہم پچھلے پیروں پر لوٹ جائیں یا فتنہ میں پڑکر دین سے الگ ہو جائیں اور سارے فتنوں سے جو ظاہری ہوں یا باطنی اور بُرے دن سے اور بُری رات سے اور بُری گھڑی سے اور بُرے ساتھی سے۔

کبرِ سنی میں فراخ روزی

رزق کس کو مطلوب نہیں مگر کتنے آدمیوں کی اس حقیقت پر نظر ہے کہ فراخ روزی کی سب سے زیادہ ضرورت عمر کے اس مرحلے میں ہے جب مشکلات و تنگی کا تحمل کم، محنت اور کسبِ معاش کی قوت مفقود اور قویٰ مضمحل ہو جاتے ہیں اور قدرتی طور پر راحت و فراخ دستی کی طلب زیادہ ہوتی ہے، معلّمِ حکمت نے کیا حکمت کی بات فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَوْسَعَ رِزْقِكَ عَلَيَّ عِنْدَ كِبَرِ سِنِّيْ وَانْقِطَاعِ عُمُرِيْ .[1]

اے اللہ میری سب سے زیادہ کشادہ روزی میرے بڑھاپے اور میرے خاتمہ کے وقت کر۔

عمر کے آخری حصّہ کی بہتری و کامیابی

صرف رزق ہی پر اکتفا نہیں، عمر کا یہ آخری حصّہ ہر اعتبار سے بہتر اور

---

[1] مستدرک عن عائشہ رض

کامیاب تر ہونا چاہیئے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَاجْعَلْ خَيْرَ عُمُرِيْ آخِرَهُ وَخَيْرَ عَمَلِيْ خَوَاتِيْمَهُ وَخَيْرَ أَيَّامِيْ يَوْمَ أَلْقَاكَ فِيْهِ .[1]

میری عمر کا بہترین اس کا آخری حصہ کرنا اور میرا بہترین عمل میرا آخر ترین عمل کرنا اور میرا بہترین دن وہ کرنا جس میں تجھ سے ملوں۔

غیر متوقع نعمت کی دعا اور ناگہاں مصیبت سے پناہ

نعمت و مسرّت بڑی مسرّت کی چیز ہے لیکن جو نعمت و مسرّت بے سان وگمان اور اچانک ملے اس کی مسرّت ہی کچھ اور ہے، اسی طرح مصیبت اگر ایک بار پناہ مانگنے کی چیز ہے تو جو مصیبت اچانک اور ناگہاں پیش آئے وہ سو بار پناہ مانگنے کی چیز ہے جن لوگوں کو کبھی اس سے سابقہ پڑا ہے وہ اس کی چوٹ کو جانتے ہیں لیکن کتنے آدمیوں کو اس سے پناہ مانگنے کا خیال اور توفیق ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے اس حقیقت کو کبھی اپنی جامع و مانع دعاؤں میں فراموش نہیں فرمایا۔ اوّل الذکر کی دعا کی اور ثانی الذکر سے پناہ مانگی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ مِنْ فُجْاَةِ الْخَيْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فُجْاَةِ الشَّرِّ .[2]

---

[1] طبرانی عن انس رضؓ [2] کتاب الاذکار للنووی عن انس رضؓ

اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں بھلائی غیر متوقع اور ناگہاں برائی سے تیری پناہ۔

راحت کے بعد کلفت سے پناہ

اسی طرح عیش و فراخی اور خوشی و خرّمی کے بعد فقر و فاقہ اور تنگ دستی و پریشان حالی پناہ مانگنے کی چیز اور ایک بڑا ابتلا رہے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اہتمام کے ساتھ اس سے پناہ مانگی۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَفُجَاْءَةِ نِقْمَتِكَ [1]

اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں تیری نعمت کے چھٹ جانے سے اور تیری سلامتی کے ہٹ جانے سے اور تیرے انتقام کی ناگہانی سے۔

ناکارہ عمر سے پناہ

درازیِ عمر ہمیشہ سے انسانوں کی خواہش رہی ہے اور لوگ ہمیشہ ایک دوسرے کے لیے اس کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ایسی عمر کہ قویٰ جواب

---

[1] مسلم ابوداؤد عن عبداللہ بن عمرؓ بن العاص۔

دے جائیں اور انسان مفلوج و معذور اور دوسروں کا دست نگر ہو کر رہ جائے۔ اللہ سے پناہ مانگنے کی چیز ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّی أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسْلِ وَالْجُبْنِ وَالْهَرَمِ وَمِنْ أَنْ أُرَدَّ إِلَی أَرْذَلِ الْعُمُرِ .[1]

اے اللہ میں تیری پناہ پکڑتا ہوں کم ہمتی سے سستی سے اور بزدلی سے اور انتہائی کبر سنی سے اور اس سے کہ ناکارہ عمر تک پہنچوں۔

نفسِ حریص اور علم غیر نافع سے پناہ

لوگ دولت و رزق کو منتہیٰ سمجھتے ہیں یہ نہیں جانتے کہ نفسِ حریص کے ساتھ دولت و رزق کی بڑی سے بڑی مقدار ناکافی ہے۔ وہ نفس جو کبھی قانع و آسودہ نہ ہو۔ انسان اور تمام دنیا کے لیے ایک بلا ہے۔ حکیم ربانی نے اس سے پناہ مانگی ہے اور ہمیں اس سے پناہ مانگنے کی تلقین کی ہے۔ اسی طرح علم جو انسان میں خشیت و تقویٰ نہ پیدا کرے اور لوگ اس سے کچھ فیض نہ پائیں، نیز وہ دلِ بیباک بھی جو خدا کے خوف سے خالی ہو پناہ مانگنے کی چیزیں ہیں کہ انھوں نے انسان کے ساتھ وہ کیا جو دشمن بھی نہیں کرتا، ایک ہی دعا میں ان کو جمع فرمایا جاتا ہے:۔

---

[1] بخاری و مسلم

اَللّٰهُمَّ اِنّی اَعُوذُبِكَ مِنْ قَلْبٍ لَّایَخْشَعُ وَدُعَاءٍ لَا یُسْمَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَّا تَشْبَعُ وَمِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ اَعُوذُ بِكَ مِنْ هٰؤُلَاءِ الْأَرْبَعِ ۔[1]

اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ایسے دل سے جو ڈر نا نہ جانے اور ایسی دعا سے جو سنی نہ جائے اور ایسے نفس سے جو آسودہ ہونا نہ جانے، اور ایسے علم سے جو نفع نہ دے میں تجھ سے ان چاروں (بلاؤں) سے پناہ چاہتا ہوں۔

زندگی کی بنیادی ضرورتیں

انسان کی بنیادی اور واقعی ضرورتوں میں جیسے فراخ روزی ہے ویسے ہی وسیع گھر ہے۔ کسی زمانہ میں بھی اس کی اہمیت کم نہ ہوئی۔ اور اس زمانہ میں تو اس کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے اور وہ زندگی کا ایک اہم مسئلہ بن گیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ حقیقت بھی نظر کے سامنے ہے کہ اصل مسئلہ گھر کا وسیع ہونا نہیں ہے۔ اصل مسئلہ گھر کا کافی ہونا اور اس میں وسعت محسوس کرنا ہے اور اگر وسعت کا احساس نہیں ہے تو وہ وسیع سے وسیع گھر طبیع حوصلہ مند کے لیے تنگ اور ناکافی معلوم ہوگا اور یہی

---

[1] ترمذی ونسائی عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضؓ

احساس حقارت و عدم کفایت اس زمانہ میں تمدّن اور اقتصادی نظام کے لیے ایک لاینحل مسئلہ بن گیا ہے۔ پیغمبر حکیم ؐ فراخ روزی اور وسیع گھر کے بجائے اس کی دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رزق میں فراخی اور گھر میں وسعت عطا فرمائے۔ دونوں میں جو فرق ہے وہ نگاہِ نکتہ شناس سے مخفی نہ ہوگا۔ ارشاد ہے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ .[1]

اے اللہ مجھے میرے گناہ بخش دے اور مجھے میرے گھر میں وسعت دے اور مجھے میرے رزق میں برکت دے۔

مسافر کی ضروریات اور احساسات کی ترجمانی

سفر زندگی کی ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ مسلمان کا کوئی اہم قدم اور اہم حرکت بھی دعا اور خیر طلبی سے خالی نہیں ہونی چاہیئے، سفر تو ایسا اقدام ہے جس کے لیے بہت زیادہ خیر طلبی اور دعا کی ضرورت ہے۔ مسافر گھر اور گھر والوں کو چھوڑتا ہے، طویل سفر، نئے مقامات اور نئے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ ایک مدّت تک اپنے گھر اور گھر والوں سے جدا رہتا ہے۔ اس

---

[1] نسائی عن ابوموسیٰ الاشعری

کا دل فکروں اور تمنّاؤں سے معمور ہوتا ہے پیچھے کی فکر آگے کی تمنّا سفر کا اہتمام، راستہ کا تکان، منزل کی دوری، مقاصد کی فکر اس کے دل ودماغ کو مشغول رکھتی ہے۔ ان میں سے ہر ہر مرحلہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی اعانت اور حفاظت کی ضرورت ہے۔ دیکھیے اس مختصر سی دعا میں کس طرح ان سب ضروریات واحساسات کی نمائندگی کی گئی ہے، بڑے غور وفکر اور اعلیٰ ذہانت سے بھی اس سے زیادہ جامع دعا ترتیب دینی مشکل ہے۔

اَللهُمَّ إِنَّا نَسْئَلُكَ فِيْ سَفَرِنَا هٰذَا اَلْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى ، اَللهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَ الأَرْضِ اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِيْ السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةَ فِي الأَهْلِ أَللّٰهُمَّ إِنِّى اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ المَنْظَرِ وَسُوءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الأَهْلِ وَالْمَالِ[1]

اے اللہ ہم تجھ سے اپنے سفر میں نیکی اور تقویٰ اور تیری خوشنودی کے کام چاہتے ہیں۔ اے اللہ! ہم پر یہ سفر آسان کردے اور زمین کا فاصلہ طے کردے۔ اے اللہ تو سفر میں رفیق اور گھر والوں میں نائب ہے۔ اے اللہ، میں سفر کی مشقت، ناگوار منظر اور

---

[1] مسلم، ترمذی، ابوداؤد عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ

مال داہلِ میں بری واپسی سے پناہ چاہتا ہوں۔

لیکن صرف سفر ہی اہتمام اور دعا کا مستحق نہیں، جس نئی بستی میں انسان داخل ہو وہاں کی خیر طلب کرنے کی ضرورت ہے حدیث میں آتا ہے کہ آپ جب کبھی کسی نئی بستی میں داخل ہوتے تھے تو تین مرتبہ فرماتے تھے: اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهَا پھر فرماتے اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاهَا (اے اللہ ہمیں اس کا رزق عطا فرما) مسافر کو۔ (اور جب مسافر داعی اور صاحب پیغام بھی ہو) خاص طور پر اس کی ضرورت ہے کہ اس کو بستی کے سب رہنے والوں کی محبّت حاصل ہو تاکہ وہ پوری راحت پائے اور اس کا پیغام سب کے دل میں گھر کرلے۔ لیکن صاحب عقیدہ اور دیندار مسلمان کو اپنے دین واعتقاد کی رو سے انہی کی محبّت کو اپنے دل میں جگہ دینی چاہیئے جو اہل صلاح اور اہلِ دین ہوں۔ اسی لیے اسی دعا میں فرمایا گیا:

وَحَبِّبْنَا إِلَى أَهْلِهَا وَحَبِّبْ صَالِحِيْ أَهْلِهَا إِلَيْنَا[1]

اے اللہ ہمیں اس کے رہنے والوں کی نگاہ میں محبوب کردے اور اس کے باشندوں میں سے جو نیک لوگ ہوں ان کو ہماری نگاہ میں محبوب بنادے۔

نئے دن اور نئی رات کی دعا

صرف سفر یا کوئی اہم منزل ہی اس کی مستحق نہیں کہ مومن اس کے لیے

---

[1] طبرانی فی الاوسط عن ابن عمرؓ

دعا کرے اور اپنے مالک سے خیر طلب کرے زندگی کا ہر نیا دن اور ہر نئی رات اس کی مستحق ہے کہ بندہ اس دن کی خیر طلب کرے اور اس دن یا رات کے شر سے پناہ مانگے اور اس کی دعا کرے کہ اس دن یا رات کی برکتوں اور نورانیتوں اور کامیابیوں سے اس کو وافر حصہ ملے اور اس کی شہادت دے کہ ملک اللہ کا ہے۔ ہر تغیر اور ہر تجدد کے موقع پر اس حقیقت کا استحضار کرے۔ حدیث میں آتا ہے کہ آپؐ شام کو یہ دعا فرماتے تھے:

أَمْسَيْنَا وَأَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ لَاإِلٰهَ إلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَرَبِّ أَسْئَلُكَ خَيْرَ مَا فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرَ مَا بَعْدَهَا وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهَا ، رَبِّ اَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسْلِ وَسُوءِ الْكِبْرِ ، رَبِّ اَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ وَعَذَابٍ فِي الْقَبرِ .[1]

یہ شام اس حالت میں ہو رہی ہے کہ ہم اور یہ ساری کائنات اللہ کی سلطنت ہے۔ سب تعریف اسی کی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کی سلطنت ہے اسی کی تعریف ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے میرے پروردگار میں تجھ سے اس رات اور اس

---

[1] جمع الفوائد عن ابی مالک رضؓ

کے بعد کی رات کی خیر طلب کرتا ہوں اور اس رات اور اس کے بعد کی رات کے شر سے پناہ مانگتا ہوں پروردگار تیری پناہ سستی سے اور کبرسنی کی برائی سے تیری پناہ جہنم کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے۔

اسی طرح صبح کو الفاظ کے تغیر کے ساتھ فرماتے: اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ .... الخ

ایک دوسری حدیث میں صبح کے وقت ان الفاظ کی تعلیم دی گئی ہے:

أَصْبَحْنَا وَأَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اَللّٰهُمَّ إِنِّی أَسْئَلُكَ خَيْرَ هٰذَا الْيَوْمِ فَتْحَهٗ وَنَصْرَهٗ وَنُورَهٗ وَبَرَكَتَهٗ وَهُدَاهُ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيْهِ وَ مِنْ شَرِّ مَا بَعْدَهٗ .[1]

صبح اس حالت میں ہوئی کہ ہم اور سارا عالم اللہ کی سلطنت ہے اے اللہ میں تجھ سے اس دن کی خیر و فتح و نصرت، نور و برکت و ہدایت مانگتا ہوں اور اس دن کے شر اور اس کے بعد کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔

شرِ نفس سے پناہ

لیکن سب سے زیادہ ڈرنے اور پناہ مانگنے کی چیز اپنے نفس کا شر ہے

[1] مسلم، ترمذی، ابوداؤد عن ابن مسعودؓ۔

دنیا میں بڑی بڑی تباہیاں انسان ہی کے شر سے آتی ہیں اور دین و دنیا کا نقصان اسی "شرِ نفس" کا نتیجہ ہے۔ آپؐ نے بارہا اس سے پناہ مانگی ہے، صبح کی دعاؤں میں ہے:

اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰاتِ وَالأَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ أَنْتَ رَبُّ کُلِّ شَیْءٍ وَالْمَلاَئِکَۃُ یَشْھَدُوْنَ إِنَّکَ لاَ اِلٰہَ إِلاَّ أَنْتَ فَإِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ أَنْفُسِنَا وَمِنْ شَرِّ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ وَشِرْکِہٖ وَاَنْ نَقْتَرِفَ سُوْءً اَوْ نَجُرَّہٗ إِلٰی مُسْلِمٍ۔ [1]

اے اللہ آسمانوں و زمینوں کے خالق غیب و شہود کے جاننے والے! تو ہر چیز کا مالک ہے اور فرشتے بھی شہادت دیتے ہیں تیرے سوا کوئی معبود نہیں، ہم تجھ سے اپنے نفس کی برائی سے اور شیطان رجیم کے شر اور شرکت سے پناہ چاہتے ہیں اور اس سے کہ ہم اپنے حق میں کسی شر کا ارتکاب کریں یا کسی مسلمان تک پہنچائیں۔

ایک دوسری دعا کے الفاظ ہیں:

اَللّٰھُمَّ قِنِیْ شَرَّ نَفْسِیْ وَاعْزِمْ لِیْ عَلٰی رُشْدِ أَمْرِیْ۔ [2]

اے اللہ مجھے میرے نفس کی برائی سے محفوظ رکھ اور مجھے میرے

---

[1] جمع الفوائد عن ابی مالکؓ [2] ترمذی عن انس

امور کے اصلاح کی ہمّت دے۔

ایک دوسری دعا کے الفاظ ہیں

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ أَصْلِحْ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّـهُ وَلاَ تَكِلْنِيْ إِلَى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ . [1]

اے حیّ اے قیوّم میں تیری رحمت کے واسطے سے تجھ سے فریاد کرتا ہوں کہ میرے سارے حال کو درست کردے اور مجھے ایک لمحہ کے لیے بھی میرے نفس کے حوالے نہ کر۔

خشیت الٰہی اور یقین کی دعا

اس شر سے اور معصیت سے پناہ اور حفاظت کے لیے سب سے بڑا حصار خشیت الٰہی ہے اسی طرح مصائب کے اثر کو کم کرنے والی چیز صرف یقین ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا:

اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُوْلُ بِهِ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيْكَ وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهِ جَنَّتَكَ وَمِنَ الْيَقِيْنِ مَا تُهَوِّنُ بِهِ عَلَيْنَا مَصَائِبَ الدُّنْيَا . [2]

اے اللہ ہمیں اپنی خشیت سے اتنا حصّہ دے کہ ہمارے اور گناہوں کے درمیان حائل ہوجائے اور اپنی طاعت سے اتنا حصّہ کہ

---

[1] ابو داؤد عن ابن عمرؓ [2] ترمذی عن ابن عمر

تو ہمیں اس کے ذریعہ سے جنت میں پہنچا دے اور یقین سے
اتنا حصہ کہ اس سے تو ہم پر دنیا کی مصیبتیں آسان کر دے۔

شر ور و معاصی کا سرچشمہ اور اس سے پناہ

ان شر ور و معاصی کا سرچشمہ اور ان کا ایک اہم اور قوی سبب دنیا کی محبّت اور اس کا مقصودِ اعظم ہوتا ہے حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ مزاج و مذاقِ نبوی یہ ہے کہ اَللّٰهُمَّ لَاعَيْشَ إِلَّا عَيْشَ الآخِرَةِ . (اے اللہ زندگی تو آخرت ہی کی زندگی ہے) وَإِنَّ الدَّارَ الآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيْوَانُ اسی دعا کے آخر میں فرمایا گیا ہے:

وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا أَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَا غَايَةَ رَغْبَتِنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَا يَرْحَمُنَا .[1]

اور دنیا کو نہ ہمارا مقصودِ اعظم بنا، اور نہ ہمارے معلومات کی انتہا اور نہ ہماری رغبت کی منزلِ مقصود اور ہم پر اس کو حاکم نہ کر جو ہم پر نامہربان ہو۔

محبّتِ الٰہی اصل علاج ہے

دین کو جو چیز آسان، مرغوب و محبوب بناتی ہے، معصیتوں سے

---

[1] ترمذی نسائی عن ابنِ عمر رضؓ

طبعی نفرت پیدا کرتی ہے، دنیا کی محبّت کو ریشہ ریشہ سے نکالتی اور اس کی بڑی سے بڑی عظمت کو دل و نگاہ سے گراتی۔ بڑے بڑے امتحانوں میں قدم کو جماتی اور دل کو تھامتی ہے۔ وہ حقیقی محبّت الٰہی ہے جس کا دل اس محبّت کا آشنا ہوگیا۔ اس کے دل کو نہ کوئی جلال مرعوب کر سکا، نہ کوئی جمال مسحور کر سکا۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذّتِ آشنائی

ضابطہ کا تعلّق یا قانونی اطاعت اس محبّت کا قائم مقام نہیں ہو سکتا کہ ضابطہ چور دروازے بھی پیدا کر لیتا ہے تاویلیں اور قانونی موشگافیاں بھی جانتا ہے۔ اکتا بھی ہے تھک بھی جاتا ہے۔ لیکن محبّت تاویل سے نا آشنا اور تکان اور اکتاہٹ سے بیگانہ ہے کہ وہ زخم بھی ہے اور مرہم بھی۔ راہ بھی ہے اور منزل بھی۔

عاشقاں را خستگی راہ نیست!
عشق خود رہ است وہم خود منزل است

محبّت الٰہی کی دعائیں

سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بڑے اہتمام سے اس محبّت الٰہی کی دعا فرمائی ہے
ایک دعا کے الفاظ ہیں:۔

اَللهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ إِلَى مِنْ نَفْسِيْ وَأَهْلِيْ وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ.[1]

اے اللہ اپنی محبّت مجھے پیاری کر دے میری جان سے اور میرے گھر والوں سے اور سرد پانی سے بڑھ کر۔

ایک دوسری دعا کے الفاظ ہیں:

اَللهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ الأَشْيَاءِ إِلَيَّ وَاجْعَلْ خَشْيَتَكَ أَخْوَفَ الأَشْيَاءِ عِنْدِيْ وَاقْطَعْ عَنِّى حَاجَاتِ الدُّنْيَا بِالشَّوْقِ إِلَى لِقَاءِكَ وَ إِذَا اَقْرَرْتَ عَيْنَ أَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ دُنْيَاهُمْ فَاَقْرِرْ عَيْنِيْ مِنْ عِبَادَتِكَ.[2]

اے اللہ اپنی محبّت کو میرے لیے تمام چیزوں سے محبوب تر اور اپنے ڈر کو میرے لیے تمام چیزوں سے خوفناک تر بنا دے اور مجھے اپنی ملاقات کا شوق دے کر دنیا کی حاجتیں مجھ سے قطع کر دے اور جہاں تو نے دنیا والوں کی آنکھیں ان کی دنیا سے ٹھنڈی کر رکھی ہیں، میری آنکھ اپنی عبادت سے ٹھنڈی رکھ۔

ایک اور دعا کے الفاظ ہیں.

اَللهُمَّ ارْزُقْنِى حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يَنْفَعُنِيْ حُبُّهُ عِنْدَكَ اَللّٰهُمَّ

---

[1] ترمذی عن ابی الدرداءؓ و عن معاذؓ [2] کنز العمال عن ابی مالکؓ۔

فَكَمَا رَزَقْتَنِي مِمَّا أُحِبُّ فَاجْعَلْهُ قُوَّةً لِّي فِيْمَا تُحِبُّ ، اللّٰهُمَّ وَمَا زَوَيْتَ عَنِّي مِمَّا أُحِبُّ فَاجْعَلْهُ فَرَاغاً لِّي فِيْمَا تُحِبُّ .[1]

اے اللہ مجھے اپنی محبّت نصیب کر اور اس شخص کی بھی محبّت جس کی محبّت تیرے نزدیک میرے حق میں نافع ہو۔ یا اللہ جس طرح تو نے مجھے وہ دیا جو مجھے پسند ہے اسے میرا معین بھی اس کام میں بنا دے جو تجھے پسند ہے۔ اے اللہ تو نے جو دور رکھا ہے مجھ سے ان چیزوں میں سے جو مجھ کو پسند ہیں تو اسے میرے حق میں ان چیزوں کے لیے موجب فراغ بنا دے جو تجھے پسند ہیں۔

اعانت و عنایت الٰہی کی دعا

لیکن یہ محبّت، یہ اطاعت، یہ توفیق عبادت، یہ ذکر و شکر کی دولت سب اس کی عنایت و اعانت پر منحصر ہے۔ اس لیے محبوبؐ خدا نے اپنے ایک محبوب صحابی کو پُر محبّت الفاظ میں تاکید فرمائی:

يَا مَعَاذُ وَ اللهِ إِنِّي لَأُحِبُّكَ أُوْصِيْكَ يَا مَعَاذُ لَا تَدَعَنَّ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ أَنْ تَقُولَ اَللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ

---

[1] ترمذی عن عبد اللہ بن یزید الانصاری رضؓ

وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ ۔ لے

اے معاذ! واللہ مجھے تم سے محبت ہے۔ میں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ یہ دعا کسی نماز میں ترک نہ ہو کہ اے اللہ میری اپنے ذکر، اپنے شکر اور اپنی اچھی عبادت پر مدد فرما۔

قلب سلیم کی شہادت

یہ ہیں حدیث کی وہ دعائیں، جن میں نبوّت کا نور و یقین، انبیاء کا علم و حکمت اور اس معرفت و محبّت کی پوری تجلّیاں ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی خصوصیت اور سید الانبیاء علیہ السّلام کا امتیازِ خاص ہے۔ جس طرح چہرۂ نبوی پر نظر پڑتے ہی عبداللہ بن سلام کی طبعِ سلیم نے شہادت دی تھی وَاللهِ هٰذَا لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ (بخدا یہ کسی دروغ گو کا چہرہ نہیں ہو سکتا) اسی طرح ان دعاؤں کو پڑھ کر قلب سلیم شہادت دیتا ہے کہ یہ نبیؐ معصوم کے سوا کسی کا کلام نہیں ہو سکتا۔

عارف رومیؒ نے دونوں کے متعلق شہادت دی ہے۔

در دلِ ہر کس کہ دانش را مزہ است

روئے و آوازِ پیمبر معجزہ است

لے ابوداؤد و نسائی عن معاذ بن جبلؓ

کمالِ نبوّت اور علومِ نبوّت کی معرفت و شناخت کے لیے جس طرح سیرت کے ابواب اور اعمال و اخلاق و عبادات ہیں، اسی طرح ایک دلیل نبوّت اور معجزۂ نبوی یہ ادعیہ ماثورہ ہیں۔

کتنی خوش قسمت ہے وہ امت جس کو نبوّت کی وراثت اور محمّد رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلّم کے طفیل میں دین۔ دنیا کا خزانہ اور غیب کی نعمتوں اور دولتوں کی یہ کنجیاں ملیں۔ اور کتنی بدقسمتی اور پست ہمتی ہے اگر اس سے فائدہ نہ اٹھایا جائے [1]

تمّت بالخیر والسّعادۃ

---

[1] یہاں یہ بات بے تکلّف زبانِ قلم پر آتی ہے کہ منکرین حدیث کی بہت سی محرومیوں میں سے ایک محرومی یہ بھی ہے کہ وہ ان مسنون دعاؤں اور الفاظ نبویؐ سے محروم ہیں، جو حدیث میں وارد ہوئے ہیں، حدیث کی صحت و ثبوت میں ان کو جو شبہات ہیں وہ قدرتی طور پر اس بیش بہا ذخیرہ سے فائدہ اٹھانے اور اس کو دعا و اظہارِ مدعا کا ذریعہ بنانے سے مانع ہیں۔ وَکَفٰی بِہٖ عِقَابًا۔